سراپا رسول اکرمؐ۔حکمت وثمرات،عصر حاضر میں استفادہ

ڈاکٹر محمد سعد صدیقی *

خالق کائنات ،مدبر ارض وسمٰوات اور مکون انسان وحیوانات نے ہر مخلوق کو ایک خاص مقصد کے لیے تخلیق کیا، حضرت انسان کو اپنی عبادت اور بندگی کے لیے پیدا کیا، انسان کے علاوہ دوسری تمام مخلوقات میں اس وظیفہ حیات سے انحراف، بغاوت اور سرکشی کی صلاحیت نہیں رکھی جبکہ انسانی ذات میں عبادت و بندگی کے ساتھ ساتھ نافرمانی اور بغاوت کی صلاحیت بھی رکھی۔

ارشاد الٰہی ہے۔**فالھمھا فجو رھا و تقوٰ ھا**(۲)

انسانی ذات کے اندر اطاعت بندگی اور کفرونا فرمانی کی ان صلاحیتوں کو پیدا کرنے کے بعد ابلیس کی شکل میں برائی کے محرکات اور دوسری طرف انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات اور احکام کی صورت میں نیکی کے محرکات بھی پیدا کیے۔

انبیاء علیہم السلام کا یہ سلسلہ حضرت آدم سے شروع ہوا اور مختلف مراحل طے کرتا ہوا نبی کریمؐ پر اپنے عروج و کمال کو پہنچا۔انبیاء علیہم السلام اور خصوصاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض منصبی، نبوت اور رسالت کی ذمہ داریاں کیا تھیں،ان پر بحث کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ انسانی نفسیات،اس کے عناصر ترکیبی اور اس کی فطرت کا جائزہ لیا جائے۔

انسان کے عناصر ترکیبی

قاضی ثناء اللہ پانی پتی انسان کے عناصر ترکیبی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں

''نفس انسانی جو قلب وروح کا مرکب ہے، چار عناصر اس کا سرچشمہ ہیں۔آگ،مٹی،پانی اور ہوا۔

---

* اسسٹنٹ پروفیسر،شعبہ علوم اسلامیہ،پنجاب یونیورسٹی لاہور۔

یہ چاروں عناصر انسان میں مختلف اوصاف پیدا کرتے ہیں، مثلاً آگ کی وجہ سے اس میں غصہ اور غرور وتکبر کے آثار پیدا ہوتے ہیں، طبیعت میں پستی اور بخل کے اوصاف مٹی کی وجہ سے ظاہر ہوتے ہیں۔ پانی کی وجہ سے مزاج میں رنگینی اور صبر کی قلت پائی جاتی ہے۔ جبکہ ہوا کھیل کود، فضول حرکتوں اور لالچ کے اوصاف کا سرچشمہ ہے'' (۳)

ان عناصر ترکیبی کے نتیجہ میں پائے جانیوالے اوصاف کو ہی سامنے رکھتے ہوئے، فرشتوں نے اللہ سے عرض کیا کہ آپ ایسی مخلوق کو خلیفہ بنا رہے ہیں جو زمین میں فساد پھیلائے گی اور خون بہائے گی۔ (۴) یعنی مزاج میں پستی اور بخل، لالچ اور فضول حرکتوں کے شوق کی وجہ سے، فساد، عناد اور غرور وتکبر، مزاج میں رنگینی اور صبر کی قلت کی وجہ سے زمین میں سفک دماء برپا ہوگا۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ فرشتوں نے انسان کی ان دو خرابیوں کے ساتھ اپنی دو خوبیاں بھی بیان کیں۔ عرض کیا **ونحن نسبح بحمدك و نقدس لك ۔(۵)**

''ہم تیری تعریف اور پاکی بیان کرتے ہیں اور تیری تقدیس کے قائل ہیں''

یعنی ہمارے مزاج میں بخل کے اوصاف ہیں نہ لالچ کے۔ تیرے سامنے نہ ہم غرور وتکبر کا مظاہرہ کرتے ہیں اور نہ بے صبری کا بلکہ زبان سے تیری حمد وثناء بیان کرتے ہیں اور دل سے تیری تقدیس کے قائل۔ اور جو مخلوق کسی ذات کو مقدس تسلیم کرے، اس کی اطاعت وفرمانبرداری کو اپنا شعار بنا لیتی ہے۔ حق جل مجدہ کی جانب سے جواب دیا گیا۔ انی اعلم مالا تعلمون (٦) (میں وہ بات بہتر جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے)

اس جواب کے دو پہلو ہمارے سامنے ہیں۔

الف: حاکمانہ جواب تھا جس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں جانتا ہوں وہ کچھ، جس کی تم کو خبر

نہیں یعنی اس انسان میں میں نے کیا صلاحیتیں پوشیدہ رکھی ہیں، اس کے اندر کیا کیا خزائن میں نے چھپائے ہیں، تمھیں ان خزائن تک دسترس حاصل نہیں۔

ب: حق تعالیٰ جل شانہ نے ملائکہ کی جانب سے بیان کی جانے والی انسانی خامیوں کی تردید کی نہ ملائکہ کی اپنی خوبیوں کے بیان کی یعنی انسان میں ان خامیوں کا احتمال ہے اور ملائکہ میں وہ خوبیاں موجود ہیں۔

انسان میں وہ پوشیدہ خزانے اور وہ مخفی صلاحیتیں کیا ہیں، جن کی جانب انی اعلم مالاتعلمون میں اشارہ کیا گیا، ان مخفی خزانوں سے پردہ اٹھانے، اور ان پوشیدہ صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے لیے حضرات انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ شروع کیا گیا جو نبی آخرالزماںؐ پر آکر اپنے معراج وکمال کو پہنچا۔ ان مخفی خزانوں میں سب سے بڑا خزانہ عقل انسانی ہے اس عقل کے متعلق نبی کریمؐ ارشاد فرماتے ہیں۔

''اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا، پھر اس سے کہا آگے بڑھ، وہ آگے بڑھ گئی۔ پھر اس سے کہا پیچھے کو ہٹ جا، وہ پیچھے ہٹ گئی، پھر اللہ نے فرمایا میری عزت اور میرے جلال کی قسم، میں نے تجھ سے، زیادہ معزز مخلوق پیدا نہیں کی، تیری ہی وجہ سے میری طرف سے مواخذہ ہوگا، تیری ہی وجہ سے میری عطائیں ہونگی اور تیری ہی وجہ سے میں عذاب میں مبتلا کرونگا۔'' (۷)

انسانی عقل کی یہ حالتیں دراصل انسانی کیفیات کی جانب اشارہ کررہی ہیں، کہ انسان اپنی عقل کی وجہ سے، کسی چیز کی طرف شوق ورغبت رکھے گا اور اس کی جانب لپکے گا، کسی چیز سے نفرت کریگا اور اس سے اپنے آپ کو بچانے کے لیے پیچھے ہٹے گا۔ محبت ونفرت کے امتزاج سے ظاہر ہونے والی اس زندگی کی وجہ سے اسے اللہ کی طرف سے مواخذہ کا، عطاء کا، ثواب کا یا عذاب کا سامنا ہوگا۔ یہاں یہ بات بھی ضمناً واضح ہورہی ہے کہ انسان کی محبت ونفرت کی صلاحیت کو ختم کرنا مقصود نہیں بلکہ اس کی

صحیح تربیت مطلوب ہے دوسری بات یہ بھی سمجھ میں آرہی ہے کہ عقل اپنی تخلیق اور فطرت کے اعتبار سے اللہ کی فرمانبردار واقع ہوئی ہے یہی وہ فطرت ہے جسکو اللہ جل شانہ نے ان الفاظ میں بیان کیا۔

فطرة الله التى فطر الناس عليها لا تبديل لخلق الله ۔(۸)

اسی فطرت کو اجاگر اور زندہ کرنے کے لیئے انبیاء مبعوث ہوئے۔

انسانی تربیت۔ ماہرین نفسیات کی نظر میں

کسی انسان کی ذہنی وفکری تربیت کرنے، اسے کسی نظریہ کا قائل کرنے یا اس کے عقائد و افکار میں تبدیلی پیدا کرنے کے لئے ماہرین نفسیات جن عوامل کو ضروری سمجھتے ہیں، ان کو ان الفاظ میں بیان کیا جا سکتا ہے۔

الف: داعی کا مطمئن ہونا: کسی نظریہ کی جانب دوسرے کو دعوت دینے، اس کے نظریات واعمال میں تبدیلی پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے خود اس پر ثابت قدم بھی ہو اور اگر خود دعوت دینے والا بھی شکوک وشبہات کا شکار ہے یا اس کی طبیعت میں مستقل مزاجی نہیں تو وہ کسی دوسرے کو اپنے نظریہ کی دعوت نہیں دے سکتا۔

ب: تعلق پیدا کرنا: داعی کا کلام ایسا خوبصورت اور دلنشین ہو، انداز اس قدر ناصحانہ ہو کہ سننے والا خود بخود ایک تعلق اور اس شخص سے انسیت ومحبت اپنے دل میں محسوس کرے۔

ج: ذھن اور دل میں ہم آہنگی: جب داعی یہ دیکھے کہ مخاطب اپنے دل میں تعلق محسوس کر رہا ہے لیکن ابھی ذہن اس نظریہ کو قبول کرنے پر آمادہ نہیں تو وہ اس کے دل اور ذہن میں ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ قلب وذہن کی ہم آہنگی مخاطب کو اس کے نظریہ کی طرف مائل کرنے والی ہوگی۔ مختلف تدابیر اور طریقوں کے ذریعہ اپنی ذات سے ہم آہنگی اور انس پیدا کرنے سے مخاطب کے دل

میں اس نظریہ سے تعلق اور محبت زندہ کرنے کی کوشش کرے۔

د: جبر و اکراہ: داعی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے نظریہ کو دوسرے پر زبردستی چسپاں کرنے کی کوشش نہ کرے بلکہ اس کے سامنے صحیح راستہ رکھ دے اور اس پر دلائل سے یہ واضح کر دے کہ جس راستہ پر وہ چل رہا ہے یا جن نظریات کا وہ حامل ہے، وہ نظریات و اعمال درست نہیں اور ان کے درست نہ ہونے کی وجوہ یہ ہیں۔ اب مخاطب کو اختیار ہو کہ وہ اپنے فکر و عمل میں تبدیلی پیدا کرے یا اپنے سابق عمل پر برقرار ہے۔

یہ وہ عوامل ہیں جو ماہرین نفسیات ایک داعی کے اندر ضروری خیال کرتے ہیں اور کسی نظریہ کا قائل کرنے کے لئے مثبت تصور کیے جاتے ہیں۔ ان عوامل کی روشنی میں فرائض، ان کی ترتیب اور نبی کریمؐ کی طرف سے ان کی ادائیگی کا جائزہ لیا جاتا ہے تو محسوس ہوتا ہے کہ انسانی نفسیات کے لئے اس سے بہتر، اس سے جامع اور اس سے زیادہ زود اثر اور کوئی نظام نہیں ہوسکتا۔

فرائض نبوت:

قرآن کریم کی آیات اور نبی کریمؐ کے ارشادات سے حسب ذیل فرائض نبوت سمجھ میں آ رہے ہیں۔

- ☆ تلاوت آیات اللہ
- ☆ تعلیم کتاب و حکمت
- ☆ تزکیہ نفوس
- ☆ غلبہ و شوکت دین

نبی کریمؐ کے فرائض نبوت اور مقاصد رسالت بیان کرتے ہوئے عام طور پر صرف اول الذکر تین مقاصد کا ذکر کیا جاتا ہے لیکن قرآن کریم کی تعلیمات اس بات کی غمازی کرتی ہیں کہ چوتھا

مقصدِ رسالت غلبہ وشوکت دین ہے نبی کریمؐ کے مذکورہ بالا مقاصد نبوت اور فرائضِ رسالت قرآن کریم میں چھ مقامات، پر بیان کئے گئے ہیں۔

سورۃ البقرہ آیت :129،سورۃ آلِ عمران آیت :164،سورۃ الجمعہ آیت :2،سورۃ الفتح آیت :28،سورۃ التوبہ آیت:33،سورۃ الصف آیت:9،

قرآن کریم کے ان چھ مقامات پر فرائض نبوت ورسالت کا بیان اور اس کی ترتیب میں چند چیزیں قابل غور ہیں ان نکات پرغور کرنے سے نہ صرف نبی کریمؐ کے فرائض نبوت اور مقاصد رسالت کو سمجھنے میں مدد ملے گی بلکہ نبی کریمؐ کی پوری حیاتِ مبارکہ، آپ کے اسوۂ حسنہ، آپ کی مکی و مدنی زندگی کے امتیاز تک رسائی حاصل ہوگی اور آپؐ کی نبوی زندگی کی تمام کاوشیں محنتیں تمام جہات کی اساس و بنیاد صاف طور پر ہمارے سامنے آجائیگی۔

1 قرآن کریم کے اسلوب سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ پہلی دو ذمہ داریاں کسی خاص مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ذریعہ محسوس ہوتی ہیں جبکہ آخری دو ذمہ داریاں اصلی مقاصد نبوت معلوم ہوتی ہیں۔

2 ''تلاوت آیات اللہ'' مستقل فریضہ ہے جس سے اندازہ ہوا کہ قرآن کریم کی محض تلاوت ضیاع وقت نہیں بلکہ یہ بھی ایک کار نبوت ہے جس سے نہ صرف مقاصد نبوت حاصل ہونگے بلکہ اللہ کی طرف سے اجروثواب بھی حاصل ہوگا۔

3 تلاوت کے بعد تعلیم کتاب وحکمت کی ذمہ داری سے اندازہ ہوتا ہے کہ تلاوت کے ساتھ اس کے معانی ومفاہیم کا فہم بھی حاصل ہونا چاہیے۔

4 صرف معانی کو سمجھ لینا بھی کافی ہیں بلکہ اس کے مطابق عملی واخلاقی زندگی بھی ہونی چاہیے

تزکیہ نفس میں اسی جانب اشارہ ہے۔

5 خود عمل کرنے کے ساتھ ساتھ دوسرے کو بھی اس نظریہ وفکر کی دعوت دینی چاہیے اور اس طرح چراغ سے چراغ جلنے کا یہ سلسلہ جاری رہنا چاہیے

6 مذکورہ چھ مقامات میں پہلے تین مقامات پر قرآن کریم نے پہلے تین فرائض نبوت کا ذکر کیا ہے جبکہ آخری تین جگہوں پر صرف غلبہ وشرکت دین کو ذکر کیا ہے۔

7 یہ تمام سورتیں جن میں مقاصد نبوت اور فرائض رسالت بیان ہوئے ہیں مدنی ہیں۔یعنی اگرچہ وحی کے نزول کی ابتداء مکہ میں ہوئی، کارنبوت کا آغاز بھی اسی وقت ہوگیا۔لیکن مقاصد نبوت کو ہجرت سے پہلے واضح طور پر بیان نہیں کیا گیا گویا ہجرت کے بعد کی نبوی زندگی میں اسلامی ریاست قائم ہونے کے بعد جہاد کے آغاز کے ساتھ نبوی ذمہ داریوں کے احسن اور تیز رفتار نتائج ظاہر ہونا شروع ہوتے ہیں۔

8 پورے قرآن کریم میں پانچ جگہ نبی کریمؐ کے دونام نامی محمد اور احمد ذکر کئے گئے ہیں محمد چار مرتبہ اور احمد ایک مرتبہ۔ نبی کریمؐ کے اسم گرامی محمدؐ کے ساتھ آپ کی نبوت ورسالت (۹) آپ کے ختمی مرتبت ہونے (۱۰) آپ پر ایمان (۱۱) کے علاوہ آپ کے مقصد رسالت غلبہ وشرکت دین کو بیان کیا گیا اور پورے قرآن کریم میں آپ کا اسم گرامی احمد ایک مرتبہ آیا اور اس کے ساتھ نبوی ذمہ داری، غلبہ وشوکت دین کو ذکر کیا گیا (۱۲) یعنی جس طرح آپ کی نبوت ورسالت، آپ کا خاتم النبیین ہونا، آپ پر ایمان اہم ہیں اسی طرح غلبہ وشوکت دین کی ذمہ داری بھی محمد عربی کی اہم ذمہ داری ہے آپؐ کا افضل الرسل ہونا جیسا اہم ہے، غلبہ وشوکت دین، محمد مجتبیٰ کا اہم فریضہ نبوت ہے یوں یہ کہا جاسکتا ہے کہ غلبہ وشوکت دین آپ کے فرائض نبوت، مقاصد رسالت میں سے اہم ترین درجہ رکھتا

ہے۔ یہی وجہ ہے جو سورۃ بقول حضرت عمرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ آپ کی خبر رحلت ہے (۱۳) اس سورۃ میں اللہ کی فتح و نصرت اور لوگوں کے دین میں فوج در فوج داخل ہونے کا ذکر ہے اور اس کیفیت کے بعد آپ کو تسبیح و تحمید کا حکم ہے۔ (۱۴)

9 سورۃ بقرۃ میں مقاصد نبوت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی شکل میں نقل کئے گئے۔ اس دعا کے سیاق و سباق پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ دعا خانہ کعبہ کی تعمیر کے وقت مانگی جا رہی ہے اس گھر کی خصوصیات قرآن کریم یہ بیان کرتا ہے۔

الف: لوگوں کی بقاء و قیام کا ذریعہ جعل الله الكعبة البيت الحرام قياماً للناس ۔ (۱۵)

ب: کائنات کے لئے حصول برکات کا ذریعہ۔

ج: مرکز رشد و ہدایت اور نیابت و قرب الٰہی کے حصول کا مقام (مقام ابراھیم)

د: منبع رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

ہ: مقام امن و سلامتی۔

ارشاد فرمایا گیا۔

ان اول بيت وضع للناس للذى ببكة مباركا وهدى للعالمين O فيه آيات بينات مقام ابراهيم ومن دخله كان آمناً (١٦)

(یقیناً وہ مکان جو سب سے پہلے لوگوں کے واسطے مقرر کیا گیا وہ مکان ہے جو مکہ میں ہے، جس کی حالت یہ ہے کہ وہ برکت والا ہے اور جہان بھر کے لوگوں کا رہنما ہے، اس میں کھلی نشانیاں ہیں منجملہ ان کے ایک مقام ابراھیم ہے اور جو شخص اس میں داخل ہو جائے وہ امن و امان میں ہوتا ہے۔)

معلوم ہوا کہ تزکیہ نفوس اور غلبہ و شوکت دین جو اس کعبہ سے نکلنے والے انوار و برکات ہیں،

انسانوں کے ۔لئے بقاو سلامتی اور امن و عافیت کا پیغام ہیں جب تک کعبہ قائم ہے، اس کے انوار بھی قائم رہیں گے اور جس دن اس دنیا کو ختم کرنا مطلوب ہوگا، وجہ بقاء وسلامتی کو اٹھالیا جائیگا۔ سورۃ بقرہ میں ان فرائض نبوت کے بعد ارشاد فرمایا گیا۔ و من یر غب عن ملة ابراھیم الامن سفه نفسه (۱۷) (جو کوئی ملت ابراہیمی سے بے توجہی کریگا، وہ اپنے آپ سے بے وقوفی کرنے والا ہوگا) گویا انسانی فہم و ذکاوت کا معیار قرآن کے نزدیک یہی ہے کہ کون کس قدر ملت ابراھیمی سے قریب تر واقع ہوا ہے۔

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انسان اپنے وجود کو برقرار رکھنا چاہتا ہے یا اپنے امتیاز کو، اس کے لئے طریقہ یہ ہے کہ وہ تزکیہ نفس کرکے اور غلبہ وشوکت دین کے لئے کوشاں رہے۔

نبی کریمؐ نے ان فرائض نبوت اور مقاصد رسالت کو اپنی 23 سالہ نبوی زندگی میں جس طرح سرانجام دیا، اسے دو بڑے حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

☆ ہجرت سے قبل انفرادی دعوت وتبلیغ کا سلسلہء ایک حصہ ہے۔ نبی کریمؐ نے تبلیغ دین اور دعوت اسلامی کا جو طریقہ اختیار کیا، وہ انفرادی نوعیت کا زیادہ اور اجتماعی نوعیت کا کم تھا۔ اس حصہ دعوت میں عملی، اجتماعی، معاشی اور معاشرتی احکام کم کم نازل ہوئے، عقائد ونظریات اور فکر وایمان کی مضبوطی اور استحکام پر زیادہ زور دیا گیا اور ایک مختصر لیکن ایسی مضبوط جماعت سعیدہ تیار ہوئی کہ جو اپنے ان عقائد ونظریات اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کے سلسلہ میں کمزوری دکھانے، لالچ و حرص کا شکار ہو جانے یا سختیوں سے ڈر جانے کا ادنیٰ درجہ میں بھی تصور نہیں کر سکتی تھی۔

☆ فرائض نبوت اور مقاصد رسالت کا اصل تکمیلی مرحلہ ہجرت مدینہ کے بعد شروع ہوتا ہے جس میں آپ نے انفرادی کے ساتھ ساتھ اجتماعی نوعیت سے فرائض نبوت کی تکمیل فرمائی۔

فرائض نبوت کی یہ تکمیل اگرچہ مختلف اسالیب میں سامنے آئی، لیکن ان تمام اسالیب میں جو قدر مشترک نظر آتی ہے وہ حکمت وفراست نبوت ہے۔ آپ نے جس موقع پر جو بھی فیصلہ فرمایا، تاریخ نے یہ بات ثابت کردی کہ وہ آپ کی حکمت اور فراست نبوت کا آئینہ دار تھا۔ اس ضمن میں جو اسالیب سامنے آتے ہیں وہ حسبِ ذیل ہیں

☆ دوستی وامن کے معاہدات

☆ غزوات

☆ سرایا

☆ خطوط ومراسلات

☆ تعلیمی وتبلیغی وفود بھیجے گئے

☆ باہر سے آنے والے وفود سے آپ کی گفتگو

مذکورہ اسالیب میں سے ہم سرایا رسولؐ پر گفتگو کریں گے، سریہ کا لغوی واصطلاحی مفہوم بیان کیا جائیگا، سرایا کی تعداد اوران کی فہرست دی جائیگی ضروری معلومات اور پھر مجموعی اغراض ومقاصد اور نتائج زیر بحث آئیں گے۔ اور پھر آخر میں عصر حاضر میں ان سے استفادہ کی نوعیتوں کو واضح کیا جائیگا۔

سریہ کا مفہوم

سریہ کا لفظی مفہوم بیان کرتے ہوئے علامہ ابن منظور لکھتے ہیں۔

"سیر اللیل عامته

امام راغب اصفہانی بھی اسرٰی کے معنی سیر اللیل (رات کی سیر) کے الفاظ سے کیے ہیں۔(۱۹)

قرآن کریم میں اسریٰ کا لفظ 6 مقامات پر استعمال ہوا ہے اور ہر جگہ اس کا مفہوم رات کا سفر یا رات کی سیر ہی ہے۔ سریہ اور اسریٰ کا مادہ ایک ہی ہے اور دونوں کے بنیادی مفہوم میں مماثلت پائی جاتی ہے۔ چنانچہ علامہ ابن منظور سریہ کے اصطلاحی معنی پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

کم از کم پانچ افراد اور زیادہ سے زیادہ تین سو افراد پر مشتمل لشکر کو سریہ کہتے ہیں لیکن بہتر سریہ 400 افراد پر مشتمل ہوتا ہے۔ یہ پورے لشکر کا ایک حصہ ہوتا ہے اور یہ رات کو سفر کرتا ہے۔ تاکہ دشمن پر نظر رکھ سکے اور دشمن اس سے ہوشیار نہ ہو جائے۔ سریہ لشکر کے بہترین افراد پر مشتمل ہوتا ہے اور عموماً یہ تمام افراد سوار ہوتے ہیں۔ سریہ میں قائد لشکر ساتھ نہیں جاتا۔(۲۰) محمد اعلیٰ تھانوی لکھتے ہیں۔

''سریہ جیش (لشکر) کا حصہ ہوتا ہے۔ سریہ زیادہ سے زیادہ 400 افراد پر مشتمل ہوتا ہے اور جیش (لشکر) 4000 افراد پر مشتمل ہوتا ہے۔

سریہ کی ان تعریفوں پر غور کرنے سے سریہ کی جو خصوصیات سامنے آتی ہیں ان کو حسب ذیل الفاظ میں بیان کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ سریہ زیادہ سے زیادہ 400 افراد پر مشتمل ہوتا ہے۔

۲۔ سریہ رات کو سفر کرتا ہے تاکہ دشمن کی نظروں سے پوشیدہ رہے۔

۳۔ سریہ دشمن کی نقل و حرکت پر نظر رکھنے اور پھر لشکر کے سربراہ کو اس کی اطلاع کرنے پر مامور ہوتا ہے۔

۴۔ سریہ لشکر کا ایک حصہ ہوتا ہے۔

۵۔ سریہ لشکر کے بہترین افراد پر مشتمل ہوتا ہے۔

۶۔ سریہ میں شامل عموماً تمام افراد سوار ہوتے ہیں۔

۷۔ قائد لشکر یا قائد فوج سریہ کے ساتھ نہیں جاتا۔

سریہ کی ان خصوصیات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک خفیہ فوجی مہم ہوتی ہے۔اس کو خفیہ رکھنے کے لیے اس کے افراد کی تعداد کم رکھی جاتی ہے، اس کا سفر رات کو ہوتا ہے اور قائد ہمراہ نہیں ہوتا۔ چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ نبی کریمؐ سریہ میں خود نہیں جاتے تھے۔ نبی کریمؐ کی حیات مبارکہ میں ہونے والے تمام سرایا انہی خصوصیات کے حامل تھے۔

تعداد سرایا

عہد نبوی میں کتنے سرایا وقوع پذیر ہوئے ، ان کی تعداد میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ابن عبدالبر نے 35،محمد بن اسحٰق نے 36(۲۲) ابن سعد نے 40، (۲۳) واقدی نے 48(۲۴) ابن الجوزی نے 56(۲۵) اور مسعودی نے 60 کی تعداد بیان کی ہے(۲۶)۔ان اقوال میں واقدی کا قول زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔اور سیرۃ و تاریخ اور کتب احادیث سے بھی یہی تعداد صحیح تر محسوس ہوتی ہے۔

سرایا کی ترتیب: نبی کریمؐ کی حیات مبارکہ کے دوران سرایا کی زمانی ترتیب اس طرح مرتب کی جاسکتی ہے۔

نام سریہ	تاریخ/سند	مقام	مدِ مقابل	تعداد مجاہدین	امیر لشکر
۱) سریہ سیف البحر	رمضان ۱ھ یا ربیع الاول ۲ھ	سیف البحر (سمندر کا کنارہ)		30	حضرت حمزہؓ
۲) سریہ رابغ	شوال ۱ھ	رابغ		60یا80	عبیدہ بن الحارثؓ
۳) سریہ ضرار	ذیقعدۃ ۱ھ	ضرار (جحفہ)		20	سعد بن ابی وقاص
۴) سریہ نخلہ	رجب ۲ھ	نخلہ		11	عبداللہ بن جحش
۵) سریہ عمیر بن عدی	رمضان ۲ھ		عصماء یہودیہ	1	عمیر بن عدی
۶) سریہ قردۃ	جمادی الاخر ۳ھ	قردہ (شاہراہ عراق)		100	زید بن حارثہ
۷) سریہ ابی سلمہ	یکم محرم ۴ھ			150	ابو سلمہ عبداللہ بن عبدالاسد
۸) سریہ عبداللہ بن انیس	۵ محرم ۴ھ	لطائف الجبل			عبداللہ بن انیس
۹) سریہ عمرو بن امیہ	ربیع الاول ۴ھ	بیر معونہ کے قریب		2	عمرو بن امیہ
۱۰) سریہ محمد بن مسلمہ	۱۰ محرم ۶ھ	نجد		30	محمد بن مسلمہ انصاری
۱۱) سریہ رجیع	صفر ۶ھ	رجیع چشمہ		6	
۱۲) سریہ غمر	ربیع الاول ۶ھ	غمر		40	عکاشہ بن بن محصن
۱۳) سریہ ذی القصہ	ربیع الثانی ۶ھ	ذی القصہ		40	
۱۴) سریہ جموم	ربیع الثانی ۶ھ	جموم			زید بن حارثہ
۱۵) سریہ عیص	جمادی الاول ۶ھ	عیص		170	زید بن حارثہ
۱۶) سریہ طرف	جمادی الثانی ۶ھ	طرف		15	زید بن حارثہ
۱۷) سر حسمیٰ	جمادی الثانی ۶ھ	حسمیٰ		500	زید بن حارثہ

۱۸) سریہ وادی القری	رجب ۶ھ	وادی القری			زید بن حارثہ
۱۹) سریہ دومۃ الجندل	شعبان ۶ھ	مومۃ الجندل		700	عبدالرحمن بن عوف
۲۰) سریہ فدک	شعبان ۶ھ	فدک		100	حضرت علیؓ
۲۱) سریہ ام قرفہ	۷ رمضان ۶ھ				زید بن حارثہ
۲۲) سریہ ابی رافع	۴، ۵ یا ۷ھ	ابوالحقیق یہودی کے قتل کے لئے		5	عبداللہ بن عتیک
۲۳) سریہ عبداللہ بن رواحہ	شوال ۶ھ			3	عبداللہ بن رواحہ
۲۴) سریہ عکل وعرنیہ	شوال ۶ھ	مضافات مدینہ		20	کرز بن جابر فہری
۲۵) سریہ عمر بن الخطاب	شعبان ۷ھ	تربہ	ہوازن	30	عمر بن الخطاب ابوبکر صدیق
۲۶) سریہ ابی بکر صدیق	شعبان ۷ھ	نجد	بنوکلاب		ابوبکر صدیق
۲۷) سریہ میفعہ	رمضان ۷ھ		اہل منفعہ		
۲۸) سریہ حرقہ	رمضان ۷ھ		بنومرہ		اسامہ بن زید
۲۹) سریہ بنومرہ	شوال ۷ھ	فدک	بنومرہ	30	بشیر بن سعد انصاری
۳۰) سریہ اخرم	ذی الحجہ ۷ھ		بنی سلیم	50	اخرم بن ابی العوجاء
۳۱) سریہ کدید	صفر ۸ھ	کدید			غالب بن عبداللہ اللیثی
۳۲) سریہ بنی عامر	ربیع الاول ۸ھ	سی	بنوعامر	24	شجاع بن وہب
۳۳) سریہ ذات اطلاح	ربیع الاول ۸ھ	شام وادی القریٰ کے قریب		15	کعب بن عمر
۳۴) سریہ موتہ	جمادی الاول ۸ھ	موتہ (بلقاء)	3000		زید بن حارثہ
۳۵) سریہ ذات السلاسل	جمادی الثانی ۸ھ	ذات السلاسل		330	عمرو بن العاص
۳۶) سریہ سیف البحر	رجب ۸ھ	سیف البحر (سمندر کا کنارہ)		300	ابوعبیدہ بن الجراح
۳۷) سریہ محارب	شعبان ۸ھ	خضرہ	بنوغطفان	15	ابوقتادہ انصاری

۳۸) سریہ خالد	رمضان ۸ھ		بنو کنانہ کی بت شکنی	1	خالد بن ولید
۳۹) سریہ عمرو بن العاص	رمضان ۸ھ		بنو ھذیل کی بت شکنی	1	عمرو بن العاص
۴۰) سریہ غمیط	شوال ۸ھ		بنوخزیمہ	350	خالد بن ولید
۴۱) سریہ بنی تمیم	محرم ۹ھ	سقیا	بنوتمیم	50	عیینہ بن حصن
۴۲) سریہ عبداللہ بن عصر	صفر ۹ھ		بنو عمرو بن حارثہ	20	عبداللہ بن بنوعوسجہ
۴۳) سریہ بنی کلاب	ربیع الاول ۹ھ		بنوکلاب		ضحاک بن سفیان
۴۴) سریہ عبداللہ بن حذافہ	ربیع الاول ۹ھ	ساحل جدہ		300	عبداللہ بن خذافہ
۴۵) سریہ بنو طئے	ربیع الثانی ۹ھ		بنو طئے	150	حضرت علیؓ
۴۶) سریہ علقمہ بن مجزز	ربیع الثانی ۹ھ	حبشہ	حبشہ کے قبائل	200	علقمہ بن مجرز
۴۷) سریہ نجران	ربیع الثانی جمادی الاول ۹ھ	نجران			خالد بن ولید
۴۸) سریہ یمن	رمضان ۱۰ھ	یمن		300	حضرت علیؓ
۴۹) سریہ اسامہ بن زید	۲۶ صفر ۱۱ھ	ابنٰی	رومی قبائل		اسامہ بن زید (۲۷)

مجموعی مقاصد:

نبی کریمؐ کی حیات مبارکہ میں ہونے والی ان جھڑپوں سے جنہیں اصطلاح میں سرایا کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، مجموعی طور پر جو اغراض و مقاصد حاصل ہوئے، انہیں درج ذیل نکات کے ساتھ بیان کیا جاسکتا ہے۔

۱) عرب کے نقشہ پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ قریش کے تجارتی قافلے جو مکہ مکرمہ سے شام جاتے تھے۔ وہ مدینہ کے قریب سے گزرتے تھے، قریش کی تمام تر معیشت کا دارو مدار تجارت پر ہی تھا۔ مدینہ میں اسلامی ریاست قائم ہونے کے بعد قریش نے اپنے تجارتی منافع کا ایک حصہ مسلمانوں سے جنگ کے لئے وقف کر دیا بالفاظ دیگر دفاعی بجٹ کا تصور سامنے آیا۔ نبی کریمؐ نے ہجرت مدینہ کے بعد قریش کی تجارتی سرگرمیوں پر نظر رکھنے اور ان کے تجارتی قافلوں کو ہراساں کرنے کے لئے ہجرت کے ابتدائی سالوں خصوصاً 1ھ اور 2ھ میں سرایا روانہ کئے۔

اس موقع پر مستشرقین کے اس اعتراض سے مرعوب ہو کر کہ تجارتی قافلوں کو روکنا، ان پر حملہ آور ہونا یا انھیں زک پہنچانا ایک نامناسب حرکت تھی۔ بعض سیرت نگاروں نے ان سرایا کی مختلف تاویلات کیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان تاویلات کی چنداں ضرورت نہیں کیونکہ تیرہ سال اہل مکہ نے مسلمانوں پر معاش کے دروازے جس طرح بند رکھے معاشی اور معاشرتی بائیکاٹ کئے گئے انہیں سخت سے سخت مظالم کا نشانہ بنایا گیا جبکہ انھوں نے قریش کے ساتھ کوئی ظلم یا کسی نوع کی زیادتی نہیں کی تھی، انھوں نے قریش کے جان و مال کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا، انھوں نے صرف اپنا نظریہ تبدیل کیا تھا لیکن افسوس کہ انسانی حقوق کے یہ علمبردار مسلمانوں پر اس ظلم وستم پر خاموش ہیں اور اس کے بالمقابل مسلمان جب ان کی معیشت پر ضرب کاری لگانے کا ارادہ کرتے ہیں تو ان کو ہدف اعتراض بنایا جاتا ہے جبکہ یہ چیز مسلمانوں کو اپنا وجود برقرار رکھنے اور اپنی سلطنت کو مضبوط بنیادوں پر مستحکم کرنے کے لئے ازحد ضروری تھی۔

۲) قریش کی اس تجارتی شاہراہ کو اگر نہ چھیڑا جاتا اور قریش اپنی تجارتی سرگرمیاں معمول کے مطابق جاری رکھتے تو قریش کی اسلام اور مسلمان دشمنی ان کے چالباز قسم کے مزاج سے یہ کوئی بعید

بات نہ تھی کہ تجارتی قافلوں کی آڑ میں وہ مدینہ کی ریاست پر اچانک حملہ آور ہو جاتے اور مسلمان اس سے شدید نقصان سے دو چار ہو جاتے ۔ چنانچہ نبی کریمؐ کے یہ سرایا قرآن کریم کی آیت خذو حذر کم (۲۸) کی تعمیل تھے۔

۴) بعض سرایا قریش کی سرگرمیوں اوران کی جنگی تیاریوں یا پیش قدمیوں پر نظر رکھنے کے لئے تھے تا کہ وہ ضروری معلومات حاصل کریں یا دشمن کی جنگی تیاریوں کی اطلاع لیکر آئیں چنانچہ رجب ۲ھ میں نبی کریمؐ نے عبداللہ بن جحش کی سرکردگی میں گیارہ افراد پر مشتمل ایک سریہ روانہ کیا، ایک مکتوب گرامی عبداللہ بن جحش کو دیا اور ہدایت کی کہ مدینہ سے دوروز کا فاصلہ طے کرنے کے بعد، اس خط کو پڑھنا اور پھر اس میں دی گئی ہدایت پر عمل کرنا، عبداللہ نے دوروز کا راستہ طے کرنے کے بعد والا نامہ کھولا اس میں یہ تحریر تھا۔

"تم برابر چلے جاؤ یہاں تک کہ مکہ اور طائف کے درمیان مقام نخلہ پہنچ جاؤ نخلہ میں قیام کے دوران قریش کا انتظار کرو اوران کی نقل وحرکت سے مطلع کرو"۔(۲۹)۔

اس سریہ نے قریش مکہ پر مسلمانوں کی جرات و بہادری اوران کی بیدار مغزی کی دھاک بٹھادی۔ بقول مبارک پوری۔

انھیں (قریش مکہ کو) معلوم ہو گیا کہ مدینہ کی قیادت انتہائی بیدار مغز ہے اوران کی ایک ایک تجارتی نقل وحرکت پہ نظر رکھتی ہے مسلمان چاہیں تو تین سو میل کا راستہ طے کر کے ان کے علاقہ کے اندر انھیں مار کاٹ سکتے ہیں قید کر سکتے ہیں، مال لوٹ سکتے ہیں اور ان سب کے بعد صحیح سالم واپس جا سکتے ہیں۔"(۳۰)

اور یہی مقصد تھا جو نبی کریم کو اس موقع پر حاصل کرنا تھا کہ قریش کی سرگرمیوں کی خبر بھی رہے اور

مسلمانوں سے مرعوب رکھا جائے۔

۳) اھ،۲ھ کے سرایا اور غزوہ بدر کے اثرات اس طرح ظاہر ہوئے کہ قریش نے اپنا راستہ تبدیل کرلیا اب وہ عراق کے راستہ شام جانے لگے جو طویل بھی تھا اور دشوار بھی، مسلمانوں کو جب اس تبدیلی کا علم ہوا تو انہوں نے اس راستہ پر بھی قریش مکہ کے ایک قافلہ کا تعاقب کیا چنانچہ جمادی الثانی ۳ھ میں زید بن حارثہ کی سرکردگی میں ۱۰۰ افراد پر مشتمل ایک سریہ روانہ کیا گیا جو بہت سا مال غنیمت لیکر لوٹا (۳۱)۔

۴) قریش مکہ کو مرعوب کرنے کے ساتھ ساتھ ان ابتدائی سرایا میں یہ مقصد بھی پیش نظر تھا کہ مدینہ کے اردگرد رہنے والے یہودی قبائل بھی مسلمانوں کی جرأت و بہادری اور ان کی حمیت و غیرت سے آگاہ رہیں اور ان پر یہ حقیقت آشکار رہے کہ مسلمان اپنے دین کی سربلندی کے لئے جان کی بازی لگانے سے دریغ نہیں کرتا۔

۵) کچھ سرایا دفاعی نوعیت کے تھے مثلاً محرم الحرام ۴ھ میں آپؐ کو اطلاع ملی کہ خویلد کے بیٹے طلحہ اور سلمہ مسلمانوں سے لڑنے کے لئے لوگوں کو جمع کر رہے ہیں۔ نبی کریمؐ نے ابوسلمہ بن عبدالاسد کی سرکردگی میں 150 افراد پر مشتمل ایک سریہ روانہ کیا وہ لوگ ان کی خبر پاتے ہی منتشر ہو گئے (۳۲)۔

۶) ابتدائی ڈھائی سالوں کے سرایا اور غزوات نے قریش مکہ پر مسلمانوں کی ایسی دھاک بٹھا دی تھی کہ وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہو گئے تھے کہ کھلی جنگ میں مسلمانوں کو شکست سے دوچار کرنا یا کم از کم ان کے حوصلے پست کرنا ممکن نہیں لہٰذا انھوں نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ۴ھ میں پے در پے کئی سازشیں کیں، چنانچہ ماہ صفر ۴ھ میں مختلف قبائل کے لوگ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض

کیا کہ ہمارے قبیلہ نے اسلام قبول کرلیا ہے، انھیں دین اسلام کی تعلیم کے لئے کچھ معلمین ہمارے ساتھ بھجوادیں، نبی کریمؐ نے سات افراد کی ایک جماعت عاصم بن ثابت کی قیادت میں ان کے ہمراہ بھجوادی، راستہ میں ان لوگوں کے اشارہ پر کچھ لوگوں نے اس جماعت پر حملہ کردیا، پانچ افراد کو شہید کر دیا اور دو کو قید کرلیا (۳۳)۔اسی طرح اسی سال ماہِ صفر میں بیرِ معونہ کا واقعہ بھی پیش آیا جس میں آپؐ نے ستر صحابہ کی جماعت روانہ کی تھی، انھیں بھی اسی طرح شہید کردیا گیا صرف ایک صحابی زندہ بچے تھے، ان واقعات کے سدِ باب کے لئے سرایا روانہ کئے گئے (۳۴)۔

۷) مدینہ میں قائم ہونے والی اس نو آموز اسلامی ریاست کے وجود و استحکام اور ترقی کے لئے ضروری تھا کہ اس کی سرحدیں مضبوط دفاعی حصار میں ہوں، مدینہ کو آنے والے تمام راستوں کی کڑی نگرانی کی جاتی رہے تا کہ دفاعی نقطۂ نظر سے کسی بھی قابل اعتراض نقل وحرکت کو بروقت جانچا جائے اور نبی کریمؐ کو اس کی اطلاع پہنچائی جائے۔ چنانچہ ایک جانب ان راستوں پر آباد یہودی قبائل سے معاہدات کئے گئے، دوسری جانب ان راستوں کی کڑی نگرانی کے لئے سرایا بھیجے گئے۔

۸) ان سرایا کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ قریش کو مسلمانوں کے خلاف ان کے بے جا طیش اور مسلمانوں کے خلاف معاندانہ سرگرمیوں سے باز یا کم از کم ان کو محدود رکھا جائے اور ان کے اقتصاد واسباب معیشت پر اس طرح ضرب لگائی جائے کہ اس کو خطرہ میں دیکھ کر وہ صلح پر آمادہ ہو جائیں۔

۹) ان سرایا کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ مکہ اور بیت اللہ پر مسلمانوں کا زیادہ حق تھا کہ مسلمان ملت ابراھیمی پر تھے جبکہ قریش مکہ نے خانہ کعبہ کو بت خانہ بنا رکھا تھا، مسلمانوں کے لئے یہ بات سوہانِ روح تھی کہ اللہ کا وہ گھر جسے حضرت ابراھیم و اسمٰعیل نے بڑی محنت سے صرف ایک اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت گاہ بنانے کے لئے تعمیر کیا تھا، بتوں کی اماجگاہ اور بت پرستی کا مرکز بنا ہوا ہو۔

چنانچہ مسلمانوں کی خواہش تھی کہ مکہ فتح ہو تو ایک جانب خانہ خدا کو بتوں سے پاک کریں اور دوسری طرف جزیرہ نما عرب میں اسلام کے پیغام کی اشاعت کے لئے آزادانہ اقدامات کر سکیں۔

۱۰) مسلمانوں کی اکثریت اگرچہ ہجرت کر کے مدینہ آ گئی تھی تاہم کچھ مسلمان خاندان ابھی مکہ ہی میں محصور تھے اور ان میں سے بہت سے لوگ قریش کی چیرہ دستیوں کا نشانہ بن رہے تھے، ان سرایا کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ قریش کو مکہ میں مقیم مسلمانوں پر ظلم و ستم سے روکنے کے لئے ان پر دباؤ پیدا کیا جائے۔

۱۱) بعض سرایا کی نوعیت یہ تھی کہ کچھ لوگ مدینہ پر حملہ آور ہونے کی تیاری کر رہے تھے ان کی طرف سرایا بھیجے گئے مثلاً ۵ھ میں قبیلہ بنی حنیفہ کے لوگوں نے مسیلمہ کذاب کی ہدایت پر بھیس بدل کر نبی کریمؐ پر قاتلانہ حملہ کا ناپاک منصوبہ بنایا تھا آپؐ کو وحی کے ذریعہ خبر ہوئی، آپ نے ۱۰ محرم ۶ھ کو محمد بن مسلمہ کی قیادت میں تیس سواروں پر مشتمل ایک دستہ ''قرطاء'' جہاں یہ لوگ رہائش پذیر تھے بھیجا ثمامہ بن اثال سردار بنی حنیفہ قید ہو کر آئے (۳۵)۔ اسی طرح قبیلہ قضاعہ کی ایک جماعت مدینہ پر حملہ کے لئے تیار تھی، جمادی الثانی ۸ھ میں ان کی طرف بھی ایک سریہ بھیجا گیا۔ (۳۶)۔

۱۲) میثاق مدینہ کی رو سے مدینہ کے اردگرد آباد قبائل کے لئے ضروری تھا کہ وہ مسلمانوں کی مدد کرتے یا کم از کم غیر جانبدار رہتے لیکن ان لوگوں نے بدر و احد اور خصوصاً غزوۂ خندق میں مسلمانوں کے خلاف دشمن کی مدد کی اور انھیں پناہ مہیا کی اس پر نبی کریمؐ نے بعض سرایا ان قبائل کے خلاف روانہ کئے۔

۱۳) بعض سرایا تبلیغی مشن کے تحت بھیجے گئے چنانچہ شعبان ۶ھ میں آپؐ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی قیادت میں سات سو افراد پر مشتمل ایک دستہ دومۃ الجندل کی جانب بھیجا جسے نصیحت کی کہ

عیسائیوں کو دین کی دعوت دیں (۳۷)۔

۱۴) مدینہ منورۃ ہجرت کے بعد نبی کریمؐ اور صحابہ کرامؓ کو بہت سازشی قسم کے بعض یہودیوں کا سامنا ہوا ان یہودیوں کی خلاف اسلام سازشوں کو روکنے کے لئے ان کو کیفر کردار تک پہنچانا ضروری تھا۔کعب بن اشرف، ابورافع، عصماء یہودی خاتون اور اسیر بن زرام کو قتل کرنے کے لئے سرایا بھیجے گئے۔

۱۵) بعض سرایا مرتدین اور منکرین زکوۃ کے خلاف بھیجے گئے۔ (۳۸) جمادی الثانی ۸ھ میں قبیلہ بنی قضاعہ کی طرف مرتد ہو جانے کی وجہ سے اور محرم ۹ھ میں نبی تمیم کے انکار زکوۃ کی وجہ سے سرایا بھیجے گئے (۳۹)

۱۶) قبیلہ بنی طئے کے بت منہدم کرنے کے لئے ربیع الثانی ۹ھ میں حضرت علیؓ کی سرکردگی میں ایک سریہ بھیجا گیا (۴۰)

۱۷) نبی کریمؐ کو معلوم ہوا کہ کچھ بحری قزاق ساحل سمندر پر جمع ہیں اور مدینہ پر حملہ آور ہونے کے لئے تیار ہیں ربیع الاول ۹ھ میں ان کی سرکوبی کے لئے سریہ بھیجا گیا۔

مجموعی نتائج واثرات:

نبی کریمؐ کی حیات مبارکہ میں ہونے والے ان سرایا سے سلطنت اسلامی کو ایک مضبوط اور مستحکم بنیاد فراہم ہوئی اور اندرونی سازشوں کا قلع قمع ہو گیا۔صدیق اکبرؓ کے دورِ خلافت میں ایک بار پھر کچھ اندرونی فتنوں اور سازشوں نے سر اٹھایا لیکن صدیق اکبرؓ کے جرأت واستقلال اور بروقت صحیح فیصلہ نے ان تمام سازشوں کو ختم کر دیا اور اس طرح ایک ایسی ریاست معرض وجود میں آئی کہ جو مضبوط بنیادوں پر قائم تھی، اندرونی طور پر مستحکم تھی۔تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ

کے خلاف شورش ہو یا حضرت علیؓ کے زمانہ کے ہنگامے، بیرونی عناصر باہر سے آئے اور شورشیں بپا کردیں لیکن مسلمان آبادی سے انھیں کوئی مدد اور کسی قسم کا تعاون حاصل نہیں ہوا۔ حضرت عمرؓ کا قاتل اپنی زندگی سے ایسا مایوس تھا کہ اس نے گرفتاری قریب دیکھ کر خودکشی کرلی، قاتلین عثمانؓ کو مدینہ سے کوئی تعاون حاصل نہ ہوا، یہ سب انہی سرایا کے اثرات وثمرات ہیں جو سلطنت اسلامی کو اندرونی امن و استحکام کی شکل میں حاصل ہوئے اور اسی اندرونی استحکام کی وجہ سے بیرونی دشمن سلطنت اسلامی سے مرعوب رہنے لگا۔

آج امت مسلمہ جن حالات سے دوچار ہے، غور کیا جائے تو اس کی چند بنیادی اور اساسی وجوہ سامنے آتی ہیں

۱) **حکمتِ نبوی سے دوری:**

امت مسلمہ کے افراد عموماً اور رہنما اور سربراہان مملکت وحکومت خصوصاً حکمت نبوت اور فراست رسالت سے دور ہوتے چلے جارہے ہیں۔ جس کی وجہ سے افراد امت کفر و طاغوت کی سازشوں کو صحیح طور پر سمجھنے اور ان کا بروقت یا قبل از وقت تدارک کرنے سے قاصر ہیں۔ افراد ملت اس وقت بیدار ہوتے ہیں جب کوئی فتنہ اپنے پنجے پوری مضبوطی سے گاڑ چکا ہوتا ہے، سلطنت اسلامیہ اس کا شکار ہوکر ایسے مقام پر کھڑی ہوتی ہے جہاں سے واپسی مشکل نظر آتی ہے۔ اس کا بنیادی اور اساسی سبب یہی ہے کہ نبی کریمؐ سے ہمارا تعلق کمزور ہوگیا جس کے نتیجہ میں ہم اس حکمت و فراست سے محروم ہوتے چلے جارہے ہیں جس فراست کے نتیجہ میں مومن کی نظر میں اللہ کا نور جھلکتا ہے اور اس کے فیصلے مستقبل ہی نہیں، مستقبل بعید کو بھی اپنی احاطہ بصارت میں لارہے ہوتے ہیں۔

۲) مدافعانہ طرز عمل:

امت مسلمہ کے ان مشکل حالات کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ امت نے ہر میدان میں مدافعانہ طرز عمل اختیار کر رکھا ہے۔ کفر اور اس کی خلاف اسلام سازشوں کو واشگاف کرنا تو دور کی بات ہے، اپنے نظریات کی من پسند تاویلات کا سہارا لیا جاتا ہے۔

رواداری، میانہ روی، اعتدال پسندی اور روشن خیالی کو ثابت کرنے کے لئے نظریہ جہاد میں ترمیم، آیات جہاد کی مختلف النوع تاویلات کر کے مسلسل مدافعانہ طرز عمل اختیار کیا گیا ہے۔ کوئی بھی قوم مدافعانہ طرز عمل اختیار کر کے زیادہ عرصہ تک اپنا وجود اور تشخص برقرار نہیں رکھ سکتی۔

۳) سیرت و کردار کا زوال:

امت مسلمہ کے ان مشکل حالات کا ایک بنیادی اور اساسی سبب یہ بھی ہے کہ وہ بلند و عالی اخلاق و کردار جس کی تربیت رسول اللہؐ نے تزکیہ نفوس کی شکل میں دی تھی اور جس کا مظاہرہ صحابہ رسولؐ نے کیا تھا، آج انفرادی اور اجتماعی ہر دو حیثیت سے ہمارا اس کردار سے ناطہ کمزور ہو گیا ہے، وہ اوصاف و کمالات اور سیرت و کردار وہ بلندی جو اس امت کو دوسری قوموں کا رہنما بناتی، ہم میں سے نکل گئی ہے اور امت اغیار کی مرہون منت بن کر رہ گئی ہے۔

۴) علوم نبوت سے دوری:

امت مسلمہ آج جس طرح کے تعلیمی نظام سے گزر رہی ہے، اس تعلیمی نظام کی بدولت نسل نو علوم نبوت، سے دور ہوتی جا رہی ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ انفرادی سطح پر اور اجتماعی و معاشرتی زندگی میں ہمارا طرزِ عمل کیا ہونا چاہیے، ہم اس سے بھی دور ہو گئے اور علوم نبوت کی عظمت اور قدر و قیمت بھی ہمارے دلوں میں کمزور پڑتی جا رہی ہے۔ ہم جب تک اپنے علمی سوتوں، قرآن مجید

اور نبی کریمؐ کے علوم سے وابستہ ہو گئے، مشکلات سے نجات د ِ ‌ ل نہ کر سکیں گے۔

۵) سائنسی علوم سے بعد:

اگر ہم اپنے ماضی پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ سائنسی علوم میں ہر میدان میں بڑے نمایاں اور ممتاز سائنس دانوں کے نام جب آتے ہیں تو وہ سب مسلمان ہیں۔ مسلمانوں نے سائنس نظریات وافکار میں عظیم انقلاب برپا کیا اور آج کی بہت سی سائنسی ترقی انہی نظریات وافکار میں مرہون منت ہے جو مسلمان سائنس دانوں نے پیش کئے تھے۔ لیکن گذشتہ چند سو سالوں سے مسلمانوں میں سائنسی علوم کے فروغ کی وہ صورت نظر نہیں آتی، جس کی گواہی ہمارا ماضی دیتا ہے۔

اسباب و وجوہ پر غور کرنا شروع کرو تو محسوس ہوگا کہ یہ ایک نہ ختم ہونے کا سلسلہ ہے لیکن یہ بات طے ہے کہ آج امت مسلمہ پھر کسی مجدد الف ثانی کی تلاش میں ہے جو دین اسلام کو ایک مرتبہ پھر ''دین اکبری'' بننے سے روکے، آج پھر امت مسلمہ ایک اقبال کی جستجو میں ہے جو امت کو ''خودی'' کا درس دے، افراد امت میں معرفت خودی کی جوت جگائے اور انھیں خواب غفلت سے بیدار کرنے کے ساتھ ساتھ مدافعانہ طرز زندگی سے نکال کر اس انداز فکر پر لائے جو نبی کریمؐ کے سرایا کے نظام سے ہمیں مل رہا ہے۔ آج اس بات کی ضرورت شدت سے محسوس کی جا رہی ہے کہ ہم خلاف اسلام سازشوں کا بروقت بلکہ قبل از وقت مشاہدہ کر کے، ان کا تدارک کرنے کے لئے نبی کریمؐ کی اسی پالیسی پر عمل کریں جو سرایا کی شکل میں ظاہر ہو رہی ہے اللہ ہمارا حامی و ناصر ہو آمین۔

حوالہ جات

۱) ۳: آلِ عمران: ۱۶۴

۲) ۹۱: الشمس: ۸

۳) ثناء اللہ پانی پتی، قاضی، التفسیر المظہری۔ ج ۵: ص ۱۷۱

۴) ۲: البقرہ: ۳۰

۵) حوالہ بالا۔

۶) ۲: البقرۃ: ۳۱

۷) غزالی، محمد بن محمد، احیاء علوم الدین، بیروت، دار المعرفہ، ج ۱: ص ۸۳

۸) ۳۰: الروم: ۳۰

۹) ۳: آلِ عمران: ۱۴۴۔ **ومامحمد الارسول قد خلت من قبله الرسل**

۱۰) ۳۳: الاحزاب: ۴۰۔ **ماکان محمد ابا احد من رجا لکم والکن رسول الله و خاتم النبیین**

۱۱) ۴۷ محمد: ۲ **و آمنو ابمانزل علیٰ محمد۔**

۱۲) ۶۱: الصف: ۶۔ **ومبشراً بر سول یاتی من بعدی اسمة احمد۔**

۱۳) بخاری، محمد بن اسمٰعیل، الجامع الصحیح (۴۶۸۶) بیروت، درر احیاء ج ۴: ص ۱۹۰۱۔ باب
قوحه فسبح بحمدر بك (۴۶۵) کتاب التفسیر۔

۱۴) ۱۰۹: النصر: ۴

۱۵) ۵: المائدہ: ۹۷

۱۶) ۳: آلِ عمران: ۹۶

۱۷) ۲:البقرۃ:۱۳۰

۱۸) ابن منظور،افریقی،لسان العرب،ج۲:ص2003بذیل مادہ۔

۱۹) راغب اصفہان،مفردات فی غریب القرآن:ص231

۲۰) ابن منظور،لسان العرب ج۲:2004

۲۱) تھانوی،محمد اعلیٰ،کشاف اصطلاحات الفنون،ج۱:ص230

۲۲) ابن حجر،فتح الباری ج۷:ص281

۲۳) ابن سعد،الطبقات الکبریٰ۔

۲۴) واقدی،محمد بن عمر،کتاب المغازی،بیروت،الاعلمی،ج۱:ص۹

۲۵) ابن الجوزی،تلقیح

۲۶) ابن حجر،حوالہ مذکور،زرقانی،شرح مواہب اللدنیہ ج۱:ص288

۲۷) تفصیلات کے لئے دیکھے:

الف: زرقان،شرح مواہب اللدنیہ۔

ب: ابن ھشام،سیرۃ النبی۔

ج: واقدی،کتاب المغازی

د: ابن اسحٰق،کتاب المغازی

ھ: محمد ادریس کاندھلوی،مولینا،سیرۃ المصطفٰے

و: محمد حمید اللہ،ڈاکٹر،عہد نبوی کے میدان جنگ۔

۲۸)

۲۹) ابن حجر، فتح الباری، ج ا:ص 143۔ابن سید الناس، عیون الاثر، ج ا:ص 230، زرقانی ،شرح مواھب اللدینہ۔ ج ا:ص 397 محمد ادریس کاندھلوی، سیرۃ المصطفیٰ ج ا:ص 493

۳۰) اطہر مبارکپوری مولینا، الرحیق المختوم ص: 317

۳۱) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۲:ص 36، زرقانی، شرح مواھب ج ۲:ص 17 ،طبری، تاریخ الامم (1375) ج ۳:ص 493

۳۲) ابن کثیر، البدایۃ والنھایۃ، ج ۴:ص 61

۳۳) ابن ھشام، سیرۃ النبی: ج ۲:ص 130

۳۴) زرقانی، شرح مواھب، ج ۲:ص 77

۳۵) بخاری، الجامع الصحیح ج ۲:ص 627ء باب وفد بنی حنیفہ، کتاب الغازی۔

۳۶) کاندھلوی، مولینا، سیرۃ المصطفیٰ، ج ۲:ص 91

۳۷) زرقانی، شرح مواھب ج ۲: ص 161

۳۸) ابن کثیر، البدایۃ والنھایۃ ج ۴:ص 273۔ زرقانی، شرح مواھب ج ۲:ص 277

۳۹) کاندھوی مولنا سیرۃ المصطفیٰ ج ۲:ص 167

۴۰) زرقانی، کتاب وجلد مذکور: ص 53